15

خُذُوْا حِذْرَکُمْ کے حکمِ الٰہی پر عمل کرو

(فرمودہ ۱۰۔اپریل ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب وہ کسی قوم سے نیک سلوک کرنا چاہتا ہے تو اس کے اندر اپنے فضل سے استغفار کا مادہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔یعنی جب وہ کسی قوم کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے تو اس کے اندر استغفار کی روح پیدا کر دیتا ہے۔اور جب کسی قوم کو ترقی دینا چاہتا ہے تو اس کے دل میں ہوشیاری اور بیداری کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ایک ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں، ایک ہی قسم کا کھانا کھاتے ہیں، ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوتے ہیں، ایک ہی خاندان کے افراد ہوتے ہیں مگر بعض ان میں سے خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جاتے ہیں اور بعض محروم رہ جاتے ہیں۔اور دونوں اپنی زندگی، اپنے اعمال، اپنے افعال اور اپنے طریق کے لحاظ سے بالکل ایک دوسرے سے ممتاز نظر آتے ہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بھی مکہ کے ہی لوگوں میں سے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان پر اپنے فضل نازل کرنے کا ارادہ فرمایا اس لئے ان کے اندر ایسی ہوشیاری اور بیداری پیدا کر دی کہ جس کی وجہ سے دشمن باوجود کثیر تعداد میں ہونے کے ان کے مقابلہ سے عاجز آ گئے۔مکہ کے سارے لوگ ایک ہی قسم کا کھانا کھاتے تھے، ایک ہی چشموں سے پانی پیتے تھے، ایک ہی قسم کی ضرورتیں دونوں کو لگی ہوئی تھیں، کھانے، پینے، پہننے، کے دونوں محتاج تھے مگر باوجود اس کے کہ احتیاجیں دونوں کو تھیں، قوم ایک ہی تھی، ملک ایک ہی تھا، زمانہ اور وقت ایک ہی تھا۔پھر صحابہؓ میں ایسی ہوشیاری اور بیداری تھی کہ ان کے مقابلہ میں کفار کی کوئی حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی۔

صحابہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ رات دن جاگتے تھے باوجود اس کے کہ وہ سوتے بھی تھے مگران کی نیند بھی جاگنے کے ہی برابر معلوم ہوتی ہے۔ ہر صحابی کی خواہ وہ کہیں جارہا ہو اور خواہ کچھ کر رہا ہو آنکھیں کھلی رہتی تھیں، کان کھڑے رہتے تھے، دل ہوشیار رہتا تھا اور حس تیز ہوتی تھی۔ اگر کوئی تجارت کے لئے نکلتا تو بھی اس کے سامنے ایک ہی مقصد ہوتا اور وہ یہ کہ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ [1] جس کے معنی یہ ہیں کہ خواہ کسی رستہ سے آؤ، تجارت کرو یا زراعت، صنعت و حرفت کرو خواہ سپاہ گری، تمہارا طریق کار خواہ کچھ ہو تمہارے پیش نظر جو مقصد ہو وہ ایک ہی ہو اور وہ یہ کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی دنیا میں توحید کا ایک مرکز قائم کردو۔ مسجد حرام کیا تھی؟ وہ مرکز تھا جو توحید کے لئے قائم کیا گیا۔ پس صحابہؓ کو حکم دیا گیا کہ ہر کام میں وہ اپنے پیش نظر یہی ایک مقصد رکھیں کہ شرک کو مٹا کر توحید قائم کی جائے۔ صحابہ نے اس حکم پر عمل کیا اور قابل رشک طور پر کیا۔ ان کا نمونہ اور ان کی قربانی حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ وہ ایسے بیدار لوگ تھے کہ رسول کریم ﷺ کا صیغہ خبر رسانی ان کی بیداری کی وجہ سے غیر معمولی طور پر مکمل نظر آتا ہے۔ باوجودیکہ آپؐ نے کوئی جاسوس نہ رکھے ہوتے تھے مگر منافق کہتے تھے هُوَ اُذُنٌ [2] وہ تو کان ہی کان ہے معلوم نہیں اتنی خبریں کہاں سے اسے پہنچ جاتی ہیں گویا وہ مجسم کان ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جس قوم کے افراد ہوشیار اور ذکی ہوں اس کے سردار کو کان بننا پڑے گا۔ جب ماتحت آنکھیں کھلی رکھیں تو سردار کو کان بننا پڑتا ہے۔ نادانوں نے بطور اعتراض یہ کہا کہ آپ کان ہیں مگر دراصل انہوں نے تاریخی طور پر تائیدی شہادت بہم پہنچادی اور منافق کی تائیدی شہادت سے بہتر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ پس چونکہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ آنکھ ہی آنکھ تھے۔ کوئی چیز ان کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہتی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ سے بھی پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی کیونکہ صحابہ جو کچھ آنکھ سے دیکھتے تھے زبان سے رسول کریم ﷺ کے گوش گزار کردیتے تھے اور آپ سن لیتے تھے یہ عیب نہیں بلکہ تعریف ہے۔ قومی ترقیات کا پہلا زینہ یہی ہے کہ قوم کے افراد میں بیداری اور ہوشیاری ہو اور جب یہ بات کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ یہ قوم خدا تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بننے والی ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو یکدم نہیں ہو جاتی بلکہ پہلے ٹھنڈی ہوا چلتی ہے پھر بادل آتے ہیں اور ایک قسم کا حبس ہوتا ہے جس کے ساتھ ایک قسم کی خنکی ہوتی ہے پھر تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے اس کے بعد زور سے بارش ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل نازل

ہونے سے پہلے ان کے پیش خیمے اور ہراول ہوتے ہیں۔ یہی حال سلسلوں کی ترقی کا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کو ترقی دینے لگتا ہے تو ایسے تغیرات پیدا کرتا ہے جن سے پتہ لگتا ہے کہ اب اس کے فضلوں کی بارش ہوگی۔ اور جس طرح دھوپ میں یکدم بارش نہیں ہونے لگتی اسی طرح بغیر آثار کے کسی قوم کو بھی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص یہ دیکھتا ہے کہ اس کے اندر خدا کے فضلوں کے آثار نہیں' اس کی آواز میں' باتوں میں' خیالات میں' خدا تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے والے آثار موجود نہیں تو وہ کس طرح امید کر سکتا ہے کہ اس کے لئے خدا کے فضل آرہے ہیں۔ اسے چاہئے پہلے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے اور پھر خدا کا فضل ڈھونڈے۔ پہلے استغفار کرے اور دعاؤں میں لگا رہے اور جب اس میں کامیاب ہو جائے تو پھر امید رکھے کہ خدا کے فضلوں کا مورد بننے والا ہے۔ میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اول تو مومن کو ہر حالت کے لئے ہی یہ حکم ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ [۳] کہ اپنی حفاظت کا سامان اپنے پاس رکھو مگر خصوصاً ان حالات میں جن سے ہمارا ملک اس وقت گذر رہا ہے اور جب ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں جن کے ہوتے ہوئے سخت احتیاط اور بیداری کی ضرورت ہے تو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھے اور کوئی قدم نہ اٹھائے مگر اس کے ساتھ ایک نیا علم حاصل کر رہا ہو جو اسلام اور سلسلہ کے لئے مفید ہو۔ پھر اگر اسے کوئی ایسی بات معلوم ہو جو کسی قومی مسئلہ سے تعلق رکھتی ہو تو چاہئے کہ اسے ان لوگوں تک پہنچائے جن کے سپرد اجتماعی اور اشتراکی کام ہیں۔

دشمن کے مقابلہ کے لئے پیشتر سے تیار رہنا چاہئے۔ جو شخص یہ انتظار کرتا ہے کہ دشمن جب گھر پر حملہ کرے گا تو اس کا مقابلہ کرلوں گا وہ بیوقوف ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دشمن کیا ارادے کر رہا ہے تو مقابلہ آسان ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے احباب کا یہ بھی کام ہونا چاہئے کہ اپنے مذہبی اور سیاسی مخالفین کی خبر رکھیں کہ وہ ہمارے یا اسلام کے یا ملک کے امن و امان کے خلاف کیا مشورے کرتے ہیں کیا ارادے رکھتے ہیں اور ان کی کیا رائے ہے اور پھر یہ معلومات مجھ تک یا سلسلہ کے ذمہ دار کارکنوں تک پہنچائیں۔ پھر یہ بھی ان کا فرض ہے کہ استغفار اور دعائیں کرتے رہیں۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے رستہ میں ہماری کمزوری روک نہ ہو۔ اگر ہم استغفار کرتے رہیں تو اس طرح ہماری کمزوری پر پردہ پڑ جائے گا کیونکہ جب انسان استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عفو سے کام لے کر اس کی کمزوریوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ ہم میں بے شک کمزوریاں ہیں مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ ہم جس کام کے لئے کھڑے ہوئے ہیں وہ بہت قیمتی ہے اور اگر ہم استغفار

کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ اسے تباہ نہیں ہونے دے گا۔ اس کے ساتھ ہی دوستوں کو چاہئے قوت عملیہ کو مضبوط کریں اور اپنے اندر قربانی کا مادہ پیدا کریں کیونکہ جب تک کسی قوم کے اندر قربانی کی روح پیدا نہ ہو اس پر خدا کے فضل نازل نہیں ہو سکتے۔ فضل حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ قربانی ہی ہے مگر قربانی جرأت اور دلیری کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ بزدل آدمی کبھی قربانی نہیں کر سکتا۔ قربانی کے لئے ضروری ہے کہ انسان مصائب اور مشکلات کا اپنے آپ کو عادی بنائے اسی لئے شریعت نے نماز، تہجد اور روزہ کا حکم دیا ہے جس سے انسان کو اپنے آرام کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جس سے مال کی قربانی کا سبق دینا مقصود ہے اور حج کا حکم دیا ہے جو عزیز و اقرباء اور وطن کی قربانی ہے۔ ان احکام کے ذریعہ شریعت نے بتایا ہے کہ اگر ترقی کرنا چاہتے ہو تو اپنے آرام و آسائش، عزیز و اقرباء، مال، وطن غرضیکہ ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ احکام گویا اصل تیاری کے لئے ایک مشق رکھی گئی ہے اور بتایا ہے کہ بغیر مشق کے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ ایمان بے شک انسان کو آگے لے جاتا ہے مگر پھر بھی تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ امن کے زمانہ میں بھی صحابہ کرامؓ کے دوستانہ مقابلے کرادیا کرتے تھے۔ جن میں تیر اندازی اور دوسرے فنونِ حرب اور قوت و طاقت کے مظاہرے ہوتے تھے۔ اور حدیث میں آتا ہے اسی قسم کے کھیل آپؐ نے مسجد میں بھی کرائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اگر دیکھنا چاہو تو میرے پیچھے کھڑی ہو کر کندھوں کے اوپر سے دیکھ لو۔[۴] نادان کہتے ہیں یہ حدیث غلط ہے کیونکہ اس سے رسول کریم ﷺ پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپؐ کھیل دیکھتے تھے حالانکہ یہی وہ خوبی ہے جسے چھوڑ کر مسلمان آج تباہ ہو رہے ہیں۔ اسلام نے ہر وقت ہوشیار اور دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی عورت کو بھی بزدلی سے بچانا چاہا ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت کی تباہی میں عورت کی بزدلی اور مرد کے دل میں عورت کی بے جا محبت کا بہت دخل ہے۔ غدر کے زمانہ میں انگریزوں کے ہمدردوں نے جب دیکھا کہ باغی فوج نے ایک ایسے مقام پر توپیں رکھی ہیں جہاں سے صاف انگریزی فوجوں پر زد پڑتی ہے اور وہ تباہ ہو جائیں گی تو انہوں نے زینت محل کو جو بادشاہ کی چہیتی بیوی تھی مگر اس خیال سے کہ میرا بیٹا تخت نشین ہو انگریزوں سے بھی ساز باز رکھی تھی گو اس وقت تخت اور بادشاہت برائے نام ہی تھی مگر پھر بھی اسے خواہش تھی کہ میرا بیٹا اسے حاصل کرے یہ پیغام بھیجا کہ اگر کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہو تو یہاں سے توپیں اٹھوا دو کیونکہ وہ جگہ انگریزی فوجوں کے لئے نہایت خطرناک ہو سکتی

تھی اور خیال ہے کہ اگر وہاں سے توپیں ہٹائی نہ جاتیں تو شاید غدر کا نتیجہ بالکل الٹ ہوتا۔ زینت محل نے بادشاہ سے کہا کہ میرا تو دل گھٹتا ہے اور میں بے ہوش ہو جاؤں گی۔ یا تو یہاں سے توپیں اُٹھوا دو اور یا پہلے مجھے مار دو۔ بادشاہ نے اس کے کہنے پر توپیں وہاں سے ہٹوا دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو بادشاہ پر زینت محل کے اس بہانہ کا اسی وجہ سے اثر ہوا کہ وہ جانتا تھا یہ توپوں کی آوازیں سننے کی عادی نہیں۔ اگر اس کے سامنے پہلے بھی توپیں چلتی رہی ہوتیں تو اس وقت وہ ہرگز یہ بہانہ نہ بنا سکتی کیونکہ بادشاہ کہہ سکتا تھا جب پہلے تم ان کی آوازیں سنتی رہی ہو تو آج کیوں بے ہوش ہو جاؤ گی۔ تو عورتوں کو دلیری اور حوصلہ کے کاموں سے الگ رکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ زینت محل نے بادشاہ کو دھوکا دیدیا۔ حضرت عائشہؓ کوئی جنگی منظر دیکھ کر ہرگز یہ نہ کہہ سکتی تھیں کہ میرا دل گھٹتا ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ انہیں جنگی کرتب دکھاتے اور جنگ میں ہمیشہ کسی نہ کسی بیوی کو ساتھ رکھتے تھے۔ اس سے بعض نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سفر میں بیوی کو ساتھ رکھنا سنت ہے۔ بے شک ہے مگر اس سے بڑی سنت یہ ہے کہ عورتوں کے اندر جرأت اور بہادری پیدا کی جائے کیونکہ جب تک ان میں بہادری نہ ہو کوئی قوم جیت نہیں سکتی۔

قومی ترقی میں سب سے بڑی روک عورت کی بزدلی ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہمارے گھر میں کوئی سیڑھی سے گر پڑا میں اسے بچانے کے لئے کودنے لگا تو میری بیوی مجھے چمٹ گئی کہ ایسا نہ کرو۔ آخر مجھے دھکا دیکر اسے پیچھے ہٹانا پڑا۔ بجائے اس کے کہ وہ یہ خیال کرتی کہ میرا خاوند اسی وقت محبت کے قابل ہو سکتا ہے جب اس کے دل میں جرأت اور بہادری ہو اس نے الٹا مجھے روکنا چاہا۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ عورتوں کو دلیر بنائے۔ صحابہ نے عورتوں کی بہادری سے بڑے بڑے فائدے اٹھائے ہیں۔ جنگ یرموک میں مسلمانوں کے لئے نہایت ہی نازک موقع تھا۔ اس میں عیسائیوں کے لشکر کی تعداد چھ سے دس لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ اور روم کا بادشاہ یہ عہد کرکے آیا تھا کہ یا تو میں مسلمانوں کو تباہ کردوں گا یا خود واپس نہیں آؤں گا اور اگرچہ وہ خود جنگ میں تو شامل نہ ہوا مگر درپردہ پیچھے تمام انتظامات کر رہا تھا اور اس نے اپنے لشکر کے کمانڈر سے جس کا نام غالباً ماہان تھا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم کامیاب ہو گئے تو میں اپنی لڑکی کی شادی تمہارے ساتھ کردوں گا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان کے میسرہ کو شکست ہو گئی۔ اول تو کسی وقت بھی پہلو کو شکست ہو تو بہت خطرہ ہوتا ہے کیونکہ دشمن گھیرا ڈال کر ساری

فوج کو تباہ کر سکتا ہے۔ مگر جس صورت میں فوج پہلے ہی قلیل ہو تو پھر اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اور دشمن ایک ایک آدمی چن کر قتل کر سکتا ہے۔ اگر خدا کی نصرت شامل حال نہ ہوتی تو اس دن ایک مسلمان کا بچنا بھی محال تھا کیونکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور پھر بازو سے شکست ہو چکی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کی عورتوں نے لشکر کو بچایا۔ جو لوگ پیچھے ہٹے ان میں ابو سفیان بھی تھے۔ وہ اگرچہ بڑے بہادر تھے اسلام میں بڑے بڑے کام کر چکے تھے اور اعلیٰ درجہ کے جرنیل تھے مگر جب باقی لشکر پیچھے ہٹا تو ان کو بھی ہٹنا پڑا۔ اس وقت ان کی بیوی ہندہ جو مسلمانوں میں غضبناک نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے لکڑی ہاتھ میں لے کر آگے بڑھی اور اپنے خاوند کے گھوڑے پر مار کر کہنے لگی تمہیں شرم نہیں آتی کفر کی حالت میں تو اسلام کا اس قدر مقابلہ کیا اور اب اسلام کی حالت میں پیچھے بھاگتے ہو۔ ابو سفیان کی طبیعت بامذاق تھی وہ یقیناً بہادر آدمی تھے صرف ساتھیوں کے پیچھے ہٹنے نے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ پیچھے ہٹیں۔ لیکن جس وقت ہندہ نے یہ فقرہ کہا تو انہوں نے چیخ کر ساتھیوں کو پکارا اور کہا واپس آؤ۔ یہ بھاگنے کی موت اس موت سے بہت بدتر ہے جو میدان جنگ میں آئے۔ چنانچہ مسلمان پھر آگے بڑھے اور میدان مار لیا۔ تو عورت کا ایک فقرہ تھا جس نے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ اور یہاں تک لکھا ہے کہ نصف گھنٹہ تک عورتیں خود لڑتی رہیں اور جو Gap ہو گیا تھا چوبیں قناتیں غرضیکہ جو کچھ کسی کے ہاتھ آیا لے کر اس کی حفاظت کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا لشکر لوٹ کر واپس آگیا۔

اسی طرح ایران سے ایک جنگ کے موقع پر بھی یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مسلمان پیس ڈالے جائیں گے کیونکہ اس سے پہلے روز مسلمان سخت زِک اُٹھا چکے تھے اور ان کے قریباً بیس ہزار آدمی شہید ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کا اس قدر جانی نقصان اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس وقت ایک عورت تھی جس کے تین چار لڑکے لڑائی میں شریک تھے ہمارے ملک کی اگر کوئی عورت ہوتی تو اول تو وہ اپنے ایک بچہ کو بھی جنگ میں شامل نہ ہونے دیتی اور اگر بہت ہی مجبور کیا جاتا تو ایک دو کو بھیجتی اور ایک دو اپنے پاس رکھتی اور جسے بھیجتی اسے بھی یہی نصیحت کرتی کہ بیٹا دیکھنا بڑھیا ماں کا خیال کرنا اور اپنی جان کی فکر رکھنا۔ مگر وہ ماں اور بڑھیا ماں جس کا نام خنساء تھا تین دن کی لڑائی کے بعد جب بظاہر مسلمانوں کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی کیونکہ مسلمانوں کو پہلی دفعہ ہاتھیوں سے مقابلہ پڑا تھا اور وہ انہیں پاؤں میں کچلتے جاتے تھے۔ آئی اور اپنے بیٹوں سے کہا میں نے تمہارے باپ دادا کی عزت میں کبھی خیانت نہیں کی اور امید کرتی ہوں کہ اس خدمت کے

صلہ میں جو میں نے تمہارے آباءواجداد کی عزت کی حفاظت کرنے میں کی ہے تم آج میری عزت کی حفاظت کرو گے اور میدان سے پیٹھ دکھا کر نہیں بھاگو گے۔اگر خدا تعالیٰ زندگی دے تو کامیاب ہو کر آؤ ورنہ پیٹھ دکھا کر نہ آؤ۔اس شیر دل عورت کے لڑکوں نے بھی اس دن ایسی جنگ کی کہ سب نے ان کی تعریف کی اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کا اخلاص ایسا پسند آیا کہ اس کے سب بیٹے زندہ واپس آگئے[۵]۔ پھر عورت کی بہادری کا ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں۔حضرت سعد بن وقاص بڑے بہادر آدمی تھے اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ کئی جنگوں میں شریک ہو چکے تھے اور اس میں کیا شبہ ہے رسول کریم ﷺ کی زندگی میں لڑائی جیسی سخت ہوتی تھی بعد میں کبھی نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت آپ کی حفاظت کا سوال بھی ہوتا تھا۔تو آپ کے بعد ایک جنگ میں آپؓ جرنیل تھے اور آپؓ کی بیوی بھی ساتھ تھی جو ایک مسلمان جرنیل کی بیوہ تھیں مگر ان کی وفات کے بعد سعد بن وقاص سے شادی کرلی تھی آپ کے بدن پر بہت پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔اس لئے جنگ میں شامل نہ ہو سکے۔عورت کی یہ فطرت ہے کہ بیوہ یا مطلقہ ہونے کی صورت میں وہ دوسرے خاوند کے سامنے اپنے پہلے خاوند کا ذکر نہیں کرتی کیونکہ اگر اس کے دل میں واقعی اس کا احترام ہو اور وہ اس کا نام لیتے ہوئے اس کا اظہار نہ کرے تو یہ غداری ہوتی ہے اور اگر کرے تو خاوند کے دل میں رشک پیدا ہوتا ہے۔حضرت سعد ایک اونچی جگہ پر بیٹھے تھے اور وہیں سے احکام صادر کر رہے تھے۔آپ پرچے لکھ لکھ کر پھینکتے جاتے اور سپاہی آگے لے جا کر افسروں کو پہنچاتے جاتے تھے۔ایرانیوں کا ایک سفید ہاتھی تھا جو قد و قامت میں بھی بہت بڑا تھا اور لڑائی کے لئے بھی اسے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا۔اس نے مسلمانوں کا ایک قبیلہ سارے کا سارا مار ڈالا۔اور اس میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑا۔سعد بیٹھے پہلو پر پہلو بدلتے مگر بیماری کی وجہ سے کچھ نہ کر سکتے تھے۔صرف حکم لکھتے جاتے۔ان کی بیوی کو بھی سخت اضطراب تھا جب اس نے دیکھا مسلمان اس طرح پیسے جا رہے ہیں تو وہ بے اختیار اپنے پہلے خاوند کا نام لے کر چلا اُٹھی کاش! آج مثنیٰؓ ہوتا۔یہ ایک ایسی طنز تھی جو سعد سے برداشت نہ ہو سکی۔وہ وہ شخص تھے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ لڑائیوں میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے تھے۔اور اب بھی اگر معذور نہ ہوتے تو ضرور میدان جنگ میں ہوتے تاہم ان کی بیوی کا منشاء یہ تھا کہ خواہ کچھ ہو ضرور میدان میں جاؤ۔بیوی کی اس طنز سے انہیں سخت غصہ آیا اور انہوں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا۔بیوی نے کہا یہ کیا بہادری ہے کہ ایک عورت کو تھپڑ مارتے ہو اور دشمن مسلمانوں کو شہید کرتے جا رہے ہیں اور ان کے

مقابلہ کے لئے نہیں نکلتے۔ حضرت سعد پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے خیال کیا جب میری بیوی کو یہ خیال ہے تو ممکن ہے دوسرے مسلمان بھی یہی سمجھتے ہوں کہ میں ڈر کی وجہ سے میدان میں نہیں آتا اس لئے شام کو انہوں نے سارا لشکر جمع کیا اور کپڑے اتار کر دکھائے کہ دیکھو میرے بدن پر سر سے پاؤں تک پھوڑے نکلے ہیں۔[۶]

تو ابتدائی ایام میں مسلمان عورتوں نے بڑا کام کیا۔ مگر اسی وجہ سے کہ انہیں جنگوں میں شامل ہونے کا موقع دیا گیا۔ رسول کریم ﷺ ہمیشہ انہیں جنگوں میں شامل رکھتے تھے۔ لڑائی کے فنون سکھاتے تھے اور مشق کراتے تھے۔ مگر اب مسلمانوں نے یہ باتیں چھوڑ دی ہیں۔ میں نے لجنہ اماء اللہ قائم کی ہیں مگر وہ ابتدائی حالت میں ہیں۔ بعض عورتیں بعض اوقات ہمت دکھاتی ہیں مگر کئی ہمت ہار بیٹھتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں دلیر بنائیں۔ اور اگر لڑائی میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کے اندر اتنی جرأت تو پیدا کر دیں کہ اگر ہم میں سے کوئی اسلام کے لئے جان دینے کے لئے جائے تو انہیں بجائے صدمہ کے اس خیال سے خوشی ہو کہ اس ثواب میں ہم بھی شریک ہیں۔ جو آدمی جنگ کے لئے ایسی حالت میں نکلتا ہے کہ اپنے گھر والوں کے دل ٹوٹے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ خود شکستہ دل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اسے یہ محسوس ہو کہ گو فطری طور پر میرے گھر والوں کو میری جدائی کا غم ہے مگر وہ خوش بھی ہیں اور اگرچہ دعا کرتے ہیں خدا تعالیٰ میری حفاظت کرے لیکن اگر میں شہید ہو جاؤں تو بھی انہیں خوشی ہی ہو گی تو وہ اپنے اندر خاص دلیری اور جرأت محسوس کرے گا۔ اگر ہم مذہب کو سچا سمجھتے ہیں تو موت کیا چیز ہے؟ یہ تو ایک دروازہ ہے خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا اور خدا تعالیٰ کے راستہ میں تکالیف اٹھانے سے بڑھ کر انعام اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ بھی یاد رکھو! بلاوجہ دوسری قوموں کی دل شکنی کسی طرح جائز نہیں مسلمان کو ہمیشہ خود حفاظتی کے لئے اٹھنا چاہئے۔ صلح میں بھی اور جنگ میں بھی۔ مسلمان کو دوسروں کے مذاہب کا احترام کرنا چاہئے جب تک وہ مجبور نہ ہو جائے۔ جب مخالفین ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیں اور کسی طرح باز نہ آئیں تو ایک لمبے عرصہ تک صبر کرنے کے بعد ہم بھی جواب دے سکتے ہیں تا انہیں محسوس ہو کہ ان کا رویہ ہمارے لئے کس قدر تکلیف دہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے اَکْرِمُوْا سَیِّدَ قَوْمٍ[۷] کہ دوسروں کے بزرگوں کا احترام کرو۔ اور لوگ خواہ کریں یا نہ کریں ہمارا فرض ہے کہ کریں سوائے اس کے کہ وہ باز نہ آئیں اور برابر ہماری دل آزاری کرتے جائیں۔ اس صورت میں اگر جوابی طور پر ہماری طرف سے کچھ کہا جائے تو وہ جائز ہے۔

اسی طرح معابد' دھرم سالہ اور مندر وغیرہ ہیں ان کا احترام بھی ضروری ہے سوائے اس کے کہ دشمن ایسی شرارت پر آمادہ ہو اور اسے محسوس کرانے کے لئے کہ یہ ہمارے لئے کس قدر باعث تکلیف ہے جوابی طور پر کچھ کرنا پڑے۔ چنانچہ مسلمانوں نے جب کبھی مندر گرائے اسی صورت میں گرائے ہیں۔ محمود غزنوی پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے مندر مسمار کئے حالانکہ اس کی یہ کارروائی جوابی تھی۔ پہلے ہندوؤں نے افغانستان پر حملے کر کے مسلمانوں کے معابد مسمار کئے اور پھر اس نے ایسا کیا۔ اور ایسی صورت میں بے شک ہمارا بھی حق ہے تا دشمن کو یہ بتایا جاسکے کہ شرافت سے کام لے اور لڑائی میں بھی آپے سے باہر نہیں ہونا چاہئے ورنہ مندر بھی قابل احترام ہیں خواہ ان میں بت پرستی ہی کی جائے کیونکہ یہ بھی دراصل روحانیت میں ترقی کے لئے ہے گو غلط طریق ہے۔ اور یہی احساس ایک دن بت پرست کو خدا تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔ اگر کوئی سچے دل سے بتوں کے آگے سجدہ کرتا ہے تو اس سے بھی اس کے اندر ایک ایسی نرمی پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی اس کے سامنے خدا تعالیٰ کو پیش کرے تو وہ مان لے گا۔ اس کے اندر نیت موجود ہے جس سے آدھا سفر وہ طے کر چکا ہے بقیہ آدھا جو طے کرنا ہے اتنا مشکل نہیں رہ جاتا۔ کامیابی کے لئے صحیح نیت اور صحیح راستہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جس کے اندر صحیح نیت موجود ہو اس نے آدھا راستہ طے کر لیا بشرطیکہ وہ بناوٹ یا رسم و رواج اور آباء واجداد کی دیکھا دیکھی ایسا نہ کرتا ہو اور اس کے اندر اخلاص اور سنجیدگی موجود ہو۔ اس لئے ان کے معابد کا بھی احترام کرنا چاہئے۔ ہاں اگر وہ شرارت کریں اور ہمارے معابد کی بے حرمتی کریں تو فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ [8] کے ماتحت تم بھی ایسا کر سکتے ہو۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت جہاں عورتوں کے اندر بہادری اور جرات پیدا کرنے کی کوشش کرے گی وہاں یہ بھی خیال رکھے گی کہ سوائے اس کے کہ دوسروں کی طرف سے ابتداء کی جائے جس کے بعد بے شک اسے بھی حق ہو گا وہ دوسروں کے معابد کی جہاں وہ اپنے اپنے رنگ میں خدا کی یاد کرتے ہیں یا ان کی قومی یادگاروں کی بے حرمتی نہ کرے گی۔ ہاں جب ابتداء دوسروں کی طرف سے ہو تو اس کی ذمہ داری ان پر ہو گی۔ اور جب ایسا ہو تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ مومن دلیر ہوتا ہے اور جان کی پرواہ کبھی نہیں کرتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت کونسی لڑائی درپیش ہے کہ ایسی باتیں بیان کی جاتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے اسلام ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر ساری دنیا میں امن ہو تب بھی مسلمانوں کو ہمیشہ ہوشیار اور بیدار رہنا چاہئے۔ جب یہاں

مسلمانوں کی حکومت تھی اس وقت انہوں نے جنگ کے لئے تیاری کا خیال نہ کیا اور سست اور غافل ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نکمے اور بزدل بن گئے۔ عورتوں کے دل چڑیا کے دل کی طرح ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان تباہ ہو گئے اور دوسروں کے غلام بن گئے۔ اپنے زمانہ حکومت میں اگر وہ دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے تو یہ دن ہرگز نہ دیکھنے پڑتے اور ہمارے دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا کہ چونکہ ہمارا مذہب سچا ہے اس لئے ہم ترقی کر رہے ہیں۔ یہ خیال مت کرو کہ چونکہ لڑائی نہیں .اس لئے ہمیں مقابلہ کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ملک میں کب جنگ شروع ہو جائے۔ دوسری قومیں ہمیشہ لڑائی شروع کرنے کے اشارے کرتی رہتی ہیں۔ پہلے بھی وہ ایسے اشارے کیا کرتی تھیں اور پھر ان کے ارادے پورے بھی ہو گئے۔ اب پھر وہ ایسا ہی کر رہی ہیں اس لئے ہمیں ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ اور میں کہتا ہوں وہ دن آئے یا نہ آئے ہمیں بہرحال تیار رہنا چاہئے اور ہماری تیاری رائیگاں نہیں جائے گی۔ ہم اس سے اور رنگ میں بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جنگ عظیم کے دنوں میں جو کارخانے بندوقیں .توپیں اور دیگر جنگی اسلحہ جات تیار کیا کرتے تھے صلح کے بعد اب وہ دوسرے کام کرتے ہیں۔ اس لئے اگر جنگ نہ بھی ہو تو بھی ہم اپنی تیاری کو تعلیم و تبلیغ کے کام میں لگا سکتے ہیں۔ اگر جنگ نہ ہو تو بھی تعلیم و تبلیغ کا کام اور اقتصادی جنگ تو ہو رہی ہے اس میں ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے ہماری جماعت کو چاہئے خود خُذُوْا حِذْرَكُمْ کے حکم پر عمل کرے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس پر کاربند کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ ان کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اور اتنی بڑی قوم کی حفاظت ہم اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ اسے بھی تیار کریں اور اصل قوت تو خدا تعالیٰ سے ہی آتی ہے اس لئے دعائیں بھی کرنی چاہئیں اور اس سے امید رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ ہم اس کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔

(الفضل ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۱ء)

۱۔ البقرۃ: ۱۵۰

۲۔ التوبۃ: ۶۱

۳۔ النساء: ۷۲

۴۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اصحاب الحراب فی المسجد

۵۔ تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری جلد ۴ صفحہ ۳۶۸ مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

۶۔ تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری جلد ۴ صفحہ ۳۶۶، ۴۰۲ مطبوعہ بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

۷۔ ابن ماجہ کتاب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ

۸۔ البقرۃ: ۱۹۵